

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

<"xml encoding="UTF-8?">

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاريخ ۱۷/ ربیع الاول ۸۳ ھ مطابق ۲۰۷ء یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (ارشاد مفید فارسی ص ۲۱۳، اعلام الوری ص ۱۵۹، جامع عباسی ص ۶۰ وغیرہ)۔
آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوند عالم نے بڑی عزت دے رکھی ہے احادیث میں ہے کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے روزہ کے برابر ہے ولادت کے بعد ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند ان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود سے خدانے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور یہی میرے بعد میرا جانشین ہوگا (جنات الخلو ج ص ۲۷)۔
علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تھے تب کلام فرمایا کرتے تھے ولادت کے بعد آپ نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا آپ بھی ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں (جلاء العیون ص ۲۶۵)۔ آپ تمام نبوتوں کے خلاصہ تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی جعفر، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، ابو اسماعیل اور آپ کے القاب صادق، صابرو فاضل، طاہر وغیرہ ہیں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت نے اپنی ظاہری زندگی میں حضرت جعفر بن محمد کو لقب صادق سے موسوم و ملقب فرمایا تھا اور اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اہل آسمان کے نزدیک آپ کا لقب پہلے ہی سے صادق تھا (جلاء العیون ص ۲۶۲)۔
علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ صدق مقال کی وجہ سے آپ کے نام نامی کا جزو ”صادق“ قرار پایا ہے (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۰۵)۔
جعفر کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ جنت میں جعفر نامی ایک شیریں نہر ہے اسی کی مناسبت سے آپ کا یہ لقب رکھا گیا ہے چونکہ آپ کا فیض عام نہر جاری کی طرح تھا اسی لیے اس لقب سے ملقب ہوئے (ارجح المطالب ص ۳۶۱، بحوالہ تذکرۃ الخواص الامۃ)۔
امام اہل سنت علامہ وحید الزمان حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں، جعفر، چھوٹی نہر یا بڑی واسع (کشادہ) امام جعفر صادق، مشہور امام پیبارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ (حدیث) ہیں اور امام بخاری کو نہیں معلوم کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایتیں نہیں کرتے اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں ”فی منہ شئ ومجالد احب الی منہ“ میرے دل میں امام جعفر صادق کی طرف سے خلش ہے، میں ان سے بہتر مجالد کو سمجھتا ہوں، حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیار تبہ ہے؟ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو آئمہ اہل بیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے کہ مروان اور عمران بن خطان اور کئی خوارج سے توانہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جوابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں (انوار اللغۃ پارہ ۵ ص ۲۷ طبع حیدرآباد دکن)۔

علامہ ابن حجر مکی اور علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ اعیان آئمہ میں سے ایک جماعت مثل یحیٰ بن سعید بن جریح، امام مالک، امام سفیان ثوری بن عینیہ، امام ابوحنیفہ، ایوب سجستانی نے آپ سے حدیث اخذ کی ہے، ابو حاتم کا قول ہے کہ امام جعفر صادق ایسے ثقہ میں لایسئل عنہ مثلاً کہ آپ ایسے شخصوں کی نسبت کچھ تحقیق اور استفسار و تفحص کی ضرورت ہی نہیں، آپ ریاست کی طلب سے بے نیاز تھے اور ہمیشہ عبادت گزاری میں بسر کرتے رہے، عمر ابن مقدم کا کہنا ہے کہ جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھتا ہوں تو مجھے معاذ خیال ہوتا ہے کہ یہ جو پر رسالت کی اصل و بنیاد ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰، نور الابصار، ص ۱۳۱، حلیۃ الابرار تاریخ آئمہ ص ۲۳۳)۔

بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۸۳ ھ میں ہوئی ہے اس وقت عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت تھا پھر ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید بن عبدالملک، یزید الناقص، ابراہیم ابن ولید، اور مروان الحمار، علی الترتیب خلیفہ مقرر ہوئے مروان الحمار کے بعد سلطنت بنی امیہ کا چراغ گل ہو گیا اور بن عباس نے حکومت پر قبضہ کر لیا، بنی عباس کا پہلا بادشاہ ابوالعباس، سفاح اور دوسرا منصور دوانقی ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو (اعلام الوری) تاریخ ابن الوردی، تاریخ آئمہ ص ۲۳۶)۔ اسی منصور نے ابنی حکومت کے دو سال گزرنے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا (انوار الحسینہ جلد ۱ ص ۵۰)۔

عبدالملک بن مروان کے عہد میں آپ کا ایک مناظرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بے شمار علمی مناظرے فرمائے ہیں آپ نے دہریوں، قدریوں، کافروں اور یہودیوں و نصاریٰ کو ہمیشہ شکست فاش دی ہے کسی ایک مناظرہ میں بھی آپ پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکا، عہد عبدالملک بن مروان کا ذکر ہے کہ ایک قدریہ مذہب کا مناظر اس کے دربار میں آکر علماء سے مناظرہ کا خوبش مند ہوا، بادشاہ نے حسب عادت اپنے علماء کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اس قدریہ مناظر سے مناظرہ کرو علماء نے اس سے کافی زور آزمائی کی مگر وہ میدان مناظرہ کا کھلاڑی ان سے نہ ہا سکا، اور تمام علماء عاجز آ گئے اسلام کی شکست ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک بن مروان نے فوراً ایک خط حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا اور اس میں تاکید کی کہ آپ ضرورت شریف لائیں حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں جب اس کا خط پہنچا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا میں ضعیف ہو چکا ہوں تم مناظرہ کے لیے شام چلے جاؤ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے حسب حکم مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہنچ گئے۔

عبدالملک بن مروان نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کے بجائے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ ابھی کم سن ہیں اور وہ بڑا پرانا منظر ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ بھی اور علماء کی طرح شکست کھاجائیں، اس لیے مناسب نہیں کہ مجلس مناظرہ منعقد کی جائے حضرت نے ارشاد فرمایا، بادشاہ تو گھبرا نہیں، اگر خدانے چاہا تو میں صرف چند منٹ میں مناظرہ ختم کردوں گا آپ کے ارشاد کی تائید درباریوں نے بھی کی اور موقعہ مناظرہ پرفریقین آگئے۔

چونکہ قدریوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خدا کو بندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں، اور نہ خدا کچھ کرسکتا ہے یعنی خدا کے حکم اور قضا و قدر و ارادہ کو بندوں کے کسی امر میں دخل نہیں لہذا حضرت نے اس کی پہلی کرنے کی خواہش پرفرمایا کہ میں تم سے صرف ایک بات کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ”سورہ حمد“ پڑھو، اس نے پڑھنا شروع کیا جب وہ ”ایک نعبد وایک نستعین“ پریہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں صرف تیری عبادت کرتا ہوں اور بس تہجی سے مدد چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا، ٹھہرجاؤ اور مجھے اس کا جواب دو کہ جب خدا کو تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہارے کسی معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں تو پھر تم اس سے مدد کیوں مانگتے ہو، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا، بالآخر مجلس مناظرہ برخواست ہو گئی اور بادشاہ نے بے حد خوش ہوا (تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۳)۔

ابوشاکر دیصانی کا جواب

ابوشاکر دیصانی جو لامذہب تھا حضرت سے کہنے لگا کہ کیا آپ خدا کا تعارف کراسکتے ہیں اور اس کی طرف میری رہبری فرماسکتے ہیں آپ نے ایک طاؤس کا انڈا ہاتھ میں لے کر فرمایا دیکھو اس کی بالائی ساخت پر غور کرو، اور اندر کی بہتی ہوئی زردی اور سفیدی کا بنظر غائر دیکھو اور اس پرتوجہ دو کہ اس میں رنگ برنگ کے طائر کیوں کر پیدا ہو جاتے ہیں کیا تمہاری عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس انڈے کا اچھوتے انداز میں بنانے والا اور اس سے پیدا کرنے والا کوئی ہے، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور دہریت سے باز آیا۔

اسی دیصانی کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ آپ کے صحابی ہشام بن حکم کے ذریعہ سے سوال کیا کہ کیا یہ ممکن ہے؟ کہ خداساری دنیا کو ایک انڈے میں سمودے اور نہ انڈا بڑھے اور نہ دنیا گھٹے آپ نے فرمایا بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے کہا کوئی مثال؟ فرمایا مثال کے لیے مردمک چشم آنکھ کی چھوٹی پتلی کافی ہے اس میں ساری دنیا سما جاتی ہے، نہ پتلی بڑھتی ہے نہ دنیا گھٹتی ہے (اصول کافی ص ۲۳۳، جامع الاخبار)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اور حکیم ابن عیاش کلبی

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حیات کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کی ہجو کرتا ہے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تجھ کو اس کا کچھ کلام یاد ہو تو بیان کر اس نے دوشعر سنائے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے زید کو شاخ درخت خرما پر سولی دیدی، حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا، کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو اور تم نے اپنی بیوقوفی سے علی کو عثمان کے ساتھ قیاس کر لیا حالانکہ علی سے عثمان بہتر اور پاکیزہ تھا یہ سن

کرامام جعفر صادق علیہ السلام نے دعا کی بارالہا اگر یہ حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اس پر اپنی مخلوق میں کسی درندے کو مسلط فرما چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور حکیم کلبی کوراہ میں شیر نے ہلاک کر دیا (اصابہ ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۸۰)۔

ملاجامی تحریر کرتے ہیں کہ جب حکیم کلبی کے ہلاک ہونے کی خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچی تو انہوں نے سجدہ میں جا کر کہا کہ اس خدائے برتر کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اسے پورا کیا (شواہد النبوت، صواعق محرقہ ص ۱۲۱، نور الابصار ص ۱۲۷)۔

۱۱۳ھ میں امام جعفر صادق کا حج

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۱۳ھ میں حج کیا اور وہاں خداسے دعا کی، خدانے بلا فصل انگور اور دو بہترین ردائیں بھیجیں آپ نے انگور خود بھی کھایا اور لوگوں کو بھی کھلایا اور ردائیں ایک سائل کو دیدیں۔ اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ بعث بن سعد سنہ مذکورہ میں حج کے لیے گئے وہ نماز عصر پڑھ کر ایک دن کوہ ابوقبیس پر گئے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک نہایت مقدس شخص مشغول نماز ہے، پھر نماز کے بعد وہ سجدہ میں گیا اور یارب یارب کہہ کر خاموش ہو گیا، پھر یاحی یاحی کہا اور چپ ہو گیا، پھر یارحیم یارحیم کہا اور خاموش ہو گیا پھر یارحم الراحمین کہہ کر چپ ہو گیا پھر یولاخلایا مجھے انگور چاہئے اور میری ردابوسیدہ ہو گئی ہے دو ردائیں درکار ہیں۔

راوی حدیث بعث کہتا ہے کہ یہ الفاظ ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہ ایک تازہ انگوروں سے بھری ہوئی زنبیل آمو جو ہوئی در اس پر دو بہترین چادریں رکھی ہوئی تھیں اس عابد نے جب انگور کھانا چاہا تو میں نے عرض کی حضور میں امین کہہ رہا تھا مجھے بھی کھلائیے، انہوں نے حکم دیا میں نے کھانا شروع کیا، خدا کی قسم ایسے انگور ساری عمر خواب میں بھی نہ نظر آئے تھے پھر آپ نے ایک چادر مجھے دی میں نے کہا مجھے ضرورت نہیں ہے اس کے بعد آپ نے ایک چادر پہن لی اور ایک اوڑھ لی پھر پہاڑ سے اتر کر مقام سعی کی طرف گئے میں ان کے ہمراہ تھا راستہ میں ایک سائل نے کہا، مولامجھے چادر دیجئے خدا آپ کو جنت لباس سے آراستہ کرے گا آپ نے فوراً دونوں چادریں اس کے حوالے کر دیں میں نے اس سائل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا امام زمانہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یہ سن کر میں ان کے پیچھے دوڑا کہ ان سے مل کر کچھ استفادہ کروں لیکن پھر وہ مجھے نہ مل سکے (صواعق محرقہ ص ۱۲۱، کشف الغمہ ص ۶۶، مطالب السؤل ص ۲۷۷)۔

امام ابوحنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ جناب امام ابوحنیفہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے لیکن علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے بمعصر ہونے کی وجہ سے اس میں منکرانہ شبہ ظاہر کیا ہے ان کے شبہ کو شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے رد کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے ”ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا، جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے معاصر اور ہم عصر تھے اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیانسیبت ، حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے ہیں ”صاحب البیت ادری بمافیہا“ گھروالے ہی گھر کی تمام چیزوں سے واقف ہوتے ہیں (سیرۃ النعمان ص ۴۵ ، طبع آگرہ)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض نصائح وارشادات

علامہ شبلی نجی تحریر فرماتے ہیں :

- ۱۔ سعید وہ ہے جو تنہائی میں اپنے کولوگوں سے بے نیاز اور خدا کی طرف جھکا ہوا پائے ۔
- ۲۔ جو شخص کسی برادر مومن کا دل خوش کرتا ہے خداوند عالم اس کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور قبر میں مونس تنہائی ، قیامت میں ثابت قدمی کا باعث، منزل شفاعت میں شفیع اور جنت میں پہنچانے میں رہبر ہوگا۔
- ۳۔ نیکی کا تکملہ یعنی کمال یہ ہے کہ اس میں جلدی کرو، اور اسے کم سمجھو، اور چھپا کے کرو۔
- ۴۔ عمل خیر نیک نیتی سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں۔
- ۵۔ توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکہ ہے۔ ۶۔ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہئے ۱۔ آگ، ۲۔ دشمنی ، ۳۔ فقیر، ۴۔ مرض
- ۷۔ کسی کے ساتھ بیس دن رہنا عزیزداری کے مترادف ہے ۔ ۸۔ شیطان کے غلبہ سے بچنے کے لیے لوگوں پر احسان کرو۔
- ۹۔ جب اپنے کسی بھائی کے وہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔
- ۱۰۔ لڑکی (رحمت) نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے خدا پر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال کرے گا۔
- ۱۱۔ جو تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے تم بھی اس کی عزت کرو، اور جو ذلیل سمجھے اس سے خودداری رتو۔ ۱۲۔ بخشش سے روکنا خدا سے بدظنی ہے۔
- ۱۳۔ دنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعہ سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعہ سے پہچانے جائیں گے۔
- ۱۴۔ انسان کے بال بچے اس کے اسیر اور قیدی ہیں نعمت کی وسعت پر انہیں وسعت دینی چاہئے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے۔
- ۱۵۔ جن چیزوں سے عزت بڑھتی ہے ان میں تین یہ ہیں: ظالم سے بدلہ نہ لے، اس پر کرم گستری جو مخالف ہو، جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ ۱۶۔ مومن وہ ہے جو غصہ میں جادہ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے ۔ ۱۷۔ جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے گا، مستغنی رہے گا۔ ۱۸۔ جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا وہ ہمیشہ فقیر رہے گا۔ ۱۹۔ جو راضی برضائے خدا نہیں وہ خدا پر انتہام تقدیر لگا رہا ہے۔

۲۰۔ جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نظر میں نہ لائے گا ۔ ۲۱۔ جو کسی پر ناحق تلوار کھینچے گا تو نتیجہ میں خود مقتول ہوگا ۲۲۔ جو کسی کو بے پردہ کرنے کی سعی کرے گا خود برہنہ ہوگا ۲۳۔

- جو کسی کے لیے کنواں کھودے گا خود اس میں گرجائے گا ”چاہ کن را چاہ درپیش“
- ۲۴۔ جوشخص بے وقوفوں سے راہ ورسم رکھے گا، ذلیل ہوگا، جو علماء کی صحبت حاصل کرے گا عزت پائے گا، جو بری جگہ دیکھے گا، بدنام ہوگا۔
- ۲۵۔ حق گوئی کرنی چاہئے خواہ وہ اپنے لیے مفید ہو یا مضر،۔ ۲۶۔ چغل خوری سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عداوت کا بیج بوتا ہے۔
- ۲۷۔ اچھوں سے ملو، بروں کے قریب نہ جاؤ، کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں چونک نہیں لگتی، یعنی ان سے فائدہ نہیں ہو سکتا (نورالابصار ص ۱۳۴)۔
- ۲۸۔ جب کوئی نعمت ملے تو بہت زیادہ شکر کرو تاکہ اضافہ ہو۔ ۲۹۔ جب روزی تنگ ہو تو استغفار زیادہ کیا کرو کہ ابواب رزق کھل جائیں۔
- ۳۰۔ جب حکومت یا غیر حکومت کی طرف سے کوئی رنج پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم زیادہ کہو تاکہ رنج دور ہو، غم کا فور ہو، اور خوشی کا فور ہو (مطالب السؤل ص ۲۵۷، ۲۷۴)۔

آپ کے اخلاق اور عادات و اوصاف

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام سے بازار بھیجا جب اس کی واپسی میں بہت دیر ہوئی تو آپ اس کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے، دیکھا ایک جگہ لیٹا ہوا سورہا ہے آپ اسے جگانے کے بجائے اس کے سر ہانے بیٹھ گئے اور پنکھا جھلنے لگے جب وہ بیدار ہوا تو آپ نے فرمایا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے رات سونے کے لیے اور دن کام کاج کرنے کے لیے ہے آئندہ ایسا نہ کرنا (مناقب جلد ۵ ص ۵۲)۔

علامہ معاصر مولانا علی نقی مجتہد العصر رقمطراز ہیں، آپ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوع انسانی کے لیے نمونہ کامل بنا کر پیدا کیا ان کے اخلاق و اوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کیے ہیں مہمان نوازی، خیر و خیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک عفو جرائم، صبر و تحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسول میں سو گیا، آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا، کسی کونہ پایا ایک گوشہ مسجد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہنچا تا تھا آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے حضرت نے پوچھا اس میں کیا تھا اس نے کہا ایک ہزار دینار، حضرت نے فرمایا، میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ، وہ آپ کے ساتھ ہو گیا بیت الشرف میں تشریف لاکر ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دیے، وہ مسجد میں واپس آگیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا، تو خود اس کی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی، یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا امام کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہا، حضرت نے فرمایا ہم جو کچھ دیدیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔

موجودہ زمانے میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے

کردار کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے آپ کے وکیل معقب نے کہا کہ ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت عرصہ تک کے لیے کافی ہوگا حضرت نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کر ڈالو اس کے بعد جو حال سب کا ہوگا، وہی ہمارا بھی ہوگا جب غلہ فروخت کر دیا گیا تو فرمایا اب خالص گھیوں کی روٹی نہ پکا کرے، بلکہ آدھے گھیوں اور آدھے جو کی پکائی جائے، جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں غلہ، نسیں، نفیس محنت بھی کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا تھا، کسی نے کہا، یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں حضرت نے فرمایا، طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں، غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔

اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کارنگ متغیر ہے، میں نے سبب دریافت کیا، تو فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے، اس وقت جومیں گھرا آیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر متعین تھی اسے گود میں لیے ہوئے زینہ سے اوپر جا رہی تھی مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہو گیا مجھے بچہ کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں جتنا اس کارنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب و ہراس کیوں طاری ہوا، پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا، ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدامیں آزاد کر دیا، اس کے بعد حضرت بچہ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے (صادق آل محمد ص ۱۲، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۵۴)۔

کتاب مجانی الادب جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے تھے حضرت نے کھانے کے موقع پر اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا، وہ سالن کا پڑا پیالہ لے کر جب دسترخوان کے قریب پہنچی تو اتفاقاً پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا، اس کے گرنے سے امام علیہ السلام اور دیگر مہمانوں کے کپڑے خواب ہو گئے، کنیز کانپنے لگی اور آپ نے غصہ کے بجائے اسے راہ خدامیں یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ توجو میرے خوف سے کانپتی ہے شاید یہی آزاد کرنا کفارہ ہو جائے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے کہ ایک غلام آپ کا ہاتھ دھلا رہا تھا کہ دفعۃً لوٹا چھوٹ کر طشت میں گرا اور پانی اڑ کر حضرت کے منہ پر پڑا، غلام گھبرا اٹھا حضرت نے فرمایا ڈرو نہیں، جامیں نے تجھے راہ خدامیں آزاد کر دیا۔ کتاب تحفہ الزائر علامہ مجلسی میں ہے کہ آپ کے عادات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانا داخل تھا، آپ عہد سفاح اور زمانہ منصور میں بھی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے کربلا کی آبادی سے تقریباً چار سو قدم شمال کی جانب، نہر علقمہ کے کنارے باغوں میں ”شریعہ صادق آل محمد اسی زمانہ سے بنا ہوا ہے (تصویر عزا ص ۶۰ طبع دہلی ۱۹۱۹ء)۔

کتاب اہل لیلچہ

علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار کی جلد ۲ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کتاب اہل لیلچہ کو مکمل طور پر نقل فرمایا ہے اس کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ہندوستانی

فلسفی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے الہیات اور مابعد الطبیعات پر حضرت سے تبادلہ خیال کرنا چاہا حضرت نے اس سے نہایت مکمل گفتگو کی اور علم کلام کے اصول پر دہریت اور مادیت کو فنا کر چھوڑا، اس آخر میں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے دعویٰ کو اس طرح ثابت فرمادیا ہے کہ ارباب عقل کو مانے بغیر چارہ نہیں، تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہندی فلسفی سے جو گفتگو کی تھی اسے کتاب کی شکل میں مدون کر کے باب اہلبیت کے مشہور متکلم جناب مفضل بن عمر الجعفی کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ: اے مفضل میں نے تمہارے لیے ایک کتاب لکھی ہے جس میں منکرین خدا کی رد کی ہے، اور اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے پاس ہندوستان سے ایک طبیب (فلسفی) آیا تھا اور اس نے مجھ سے مباحثہ کیا تھا، میں نے جو جواب اسے دیا تھا، اسی کو قلم بند کر کے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

حضرت صادق آل محمد کے فلک وقار شاگرد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کا شمار مشکل ہے بہت ممکن ہے کہ آئندہ سلسلہ تحریر میں آپ کے بعض شاگردوں کا ذکر آتا جائے، عام مورخین نے بعض ناموں کو خصوصی طور پر پیش کر کے آپ کی شاگردی کی سلک میں پرو کر انہیں معزز بتایا ہے۔

مطالب السؤل، صواعق محرقہ، نور الابصار وغیرہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، یحیٰ بن سعید انصاری، ابن جریج، امام مالک ابن انس، امام سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، ایوب سجستانی وغیرہ کا آپ کے شاگردوں میں خاص طور پر ذکر ہے (تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۳۰، خیر الدین زرکلی کی الاعلام ص ۱۸۳، طبع مصر محمد فرید وجدی کی ادارہ معارف القرآن کی جلد ۳ ص ۱۰۹/ طبع مصر میں ہے وکان تلمیذہ ابو موسیٰ جابر بن حیان الصوفی الطرسوسی آپ کے شاگردوں میں جابر بن حیان صوفی طرسوسی بھی ہیں۔

آپ کے بعض شاگردوں کی جلالت قدر اور ان کی تصانیف اور علمی خدمات پر روشنی ڈالنی تو بے انتہاد شوار ہے اس لیے اس مقام پر صرف جابر بن حیان طرسوسی جو کہ انتہائی باکمال ہونے کے باوجود شاگرد امام کی حیثیت سے عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہیں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام الکیمیاجناب جابر بن حیان طرسوسی -

آپ کا پورا نام ابو موسیٰ جابر بن حیان بن عبدالصمد الصوفی الطرسوسی الکوفی ہے آپ ۷۴۲ء میں پیدا ہوئے اور ۸۰۳ء میں انتقال فرما گئے بعض محققین نے آپ کی وفات ۸۱۳ء بتائی ہے لیکن ابن ندیم نے ۷۷۷ء لکھا ہے انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک ہسٹری میں ہے کہ استاد اعظم جابر بن حیان بن عبداللہ، عبدالصمد کوفہ میں پیدا ہوئے وہ طوسی النسل تھے اور آزاد نامی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے خیالات میں صوف تھا اور یمن کاربنے والاتھا، اوئل عمر میں علم طبیعیات کی تعلیم اچھی طرح حاصل کر لی اور امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر کی فیض صحبت سے امام الفن ہو گیا۔

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ساری کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو امام کی طرح سارے علوم پر بول سکے الخ۔

تاریخ آئمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کتاب کیمیا جفر رمل پر لکھی تھی حضرت کے شاگرد و مشہور و معروف کیمیاگر جابر بن حیان جو یورپ میں جبر کے نام سے مشہور ہیں جابر صوفی کا لقب دیا گیا تھا اور ذوالنون مصری کی طرح وہ بھی علم باطن سے ذوق رکھتے تھے، ان جابر بن حیان نے ہزاروں ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں حضرت امام جعفر صادق کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا، علامہ ابن خلکان کتاب وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۰ طبع مصر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقالات علم کیمیا اور علم جفر و فال میں موجود ہیں اور جابر بن حیان طرسوسی آپ کے شاگرد تھے، جنہوں نے ایک ہزار ورق کی کتاب تالیف کی تھی، جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا، علامہ خیر الدین زرکلی نے بھی الاعلام جلد ۱ ص ۱۸۲ طبع مصر میں یہی کچھ لکھا ہے، اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن کا ذکر ابن ندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے علامہ محمد فرید وجدی نے دائرۃ المعارف القرآن الرابع عشر کی ج ۳ ص ۹۰۱ طبع مصر میں بھی لکھا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق کے پانچ سو رسائل کو جمع کر کے ایک کتاب ہزار صفحے کی تالیف کی تھی، علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص ۳۸۵ میں علم کیمیا میں علم کیمیا کا ذکر کرتے ہوئے جابر بن حیان کا ذکر کیا ہے اور فاضل ہنسوی نے اپنی ضخیم کتاب اور کتاب خانہ غیر مطبوعہ میں بحوالہ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۷۹ طبع مصر میں لکھا ہے کہ جابر بن حیان علم کیمیا کے مدون کرنے والوں کا امام ہے، بلکہ اس علم کے ماہرین نے اس کو جابر سے اتنا مخصوص کر دیا ہے کہ اس علم کا نام ہی ”علم جابر“ رکھ دیا ہے (الجواد شمارہ ۱۱ جلد ۱ ص ۹)۔

مورخ ابن القطفی لکھتے ہیں کہ جابر بن حیان کو علم طبیعیات اور کیمیا میں تقدم حاصل ہے ان علوم میں اس نے شہرۃ افاق کتابیں تالیف کی ہیں ان کے علاوہ علوم فلسفہ وغیرہ میں شرف کمال پر فائز تھے اور یہ تمام کمالات سے بھرپور ہونا علم باطن کی پیروی کا نتیجہ تھا ملاحظہ ہو (طبقات الامم ص ۹۵ و اخبار الحکما ص ۱۱۱ طبع مصر)۔

پیام اسلام جلد ۷ ص ۱۵ میں ہے کہ یہ وہی خوش قسمت مسلمان ہے جسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا شرف حاصل تھا، اس کے متعلق جنوری ۲۵ء میں سائنس پروگریس نوشتہ جے بولم یارڈ ایم اے ایف آئی سی آفیسر اعلیٰ شعبۂ سائنس کفٹن کالج برسٹل نے لکھا ہے کہ علم کیمیا کے متعلق زمانہ وسطی کی اکثر تصانیف ملتی ہیں جن میں گیبز کا ذکر آتا ہے اور عام طور پر گیبز ابن حیان اور بعض دفعہ گیبز کی بجائے جیبز بھی دیکھا گیا ہے اور گیبز یا جیبز دراصل جابر ہے، چنانچہ جہاں کہیں بھی لاطینی کتب میں گیبز کا ذکر آتا ہے وہاں مراد عربی ماہر کیمیا جابر بن حیان ہی ہے جسے () کے بجائے () کا آنا جانا آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے لاطینی میں جے کے مترادف کوئی آواز اور بعض علاقوں مثلاً مصر وغیرہ میں جے کو اب بھی بطور (جی) یعنی (گ) استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں سائنس کیمسٹری وغیرہ کا چرچہ بہت ہو چکا ہے اور اس علم کے جاننے والے دنیا کے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر دربار خلافت سے منسلک ہو رہے تھے جابر بن حیان کا زمانہ بھی کم وبیش اس ہی دور میں پھیلاتا پچھلے بیس پچیس سال میں انگلستان اور جرمنی میں جابر کے متعلق بہت سی تحقیقات ہوئی ہیں لاطینی زبان میں علم کیمیا کے متعلق چند کتب سینکڑوں سال سے اس مفکر کے نام سے منسوب ہیں جس میں مخصوص ۱۔ سما ۲۔ برفیکشن ۳۔ ڈی انویسٹی پرفیکشن ۴۔ ڈی انویسٹی گیشن ورٹیلز ۵۔ ٹیابہن لیکن ان کتابوں کے متعلق اب تک ایک طولانی بحث ہے اور اس وقت مفکرین یورپ انہیں اپنے یہاں کی پیداوار بتاتے ہیں اس لیے انہیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جابر کو حرف (جی) (گ) سے

پکاریں اور بجائے عربی النسل کے اسے یورپین ثابت کریں۔

حالانکہ سماکے کئی طبع شدہ ایڈیشنوں میں گیبیرکو عربی ہی کہا گیا ہے رسل کے انگریزی ترجمہ میں اسے ایک مشہور عربی شہزادہ اور منطقی کہا گیا ہے ۱۵۴۱ء میں کی نورن برگ کے ایڈیشن میں وہ صرف عرب ہے اسی طرح اور بہت سے قلمی نسخے ایسے مل جاتے ہیں جن میں کہیں اسے ایرانیوں کے بادشاہ سے یاد کیا گیا ہے کسی جگہ اسے شاہ ہند کہا گیا ہے ان اختلافات سے سمجھ میں آتا ہے کہ جابر بر اعظم ایشیائے نہ تھا بلکہ اسلامی عرب کا ایک درخشندہ ستارہ تھا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک کیمسٹری کے مطابق جعفر برمکی کے ذریعہ سے جابر بن حیان کا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں آنا جانا شروع ہو گیا چنانچہ انہوں نے خلیفہ کے نام سے علم کیمیا میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ”شگوفہ“ رکھا اس کتاب میں اس نے علم کیمیا کے جلی و خفی پہلوؤں کے متعلق نہایت مختصر طریقے نہایت ستھرا طریق عمل اور عجیب و غریب تجربات بیان کئے جابر کی وجہ ہی سے قسطنطنیہ سے دوسری دفعہ یونانی کتب بڑی تعداد میں لائی گئیں ۔

منطق میں علامہ دہر مشہور ہو گیا اور نوے سال سے کچھ زائد عمر میں اس نے تین ہزار کتابیں لکھیں اور ان کتابوں میں سے وہ بعض پرناز کرتا تھا اپنی کسی تصنیف کے بارے میں اس نے لکھا ہے کہ ”روئے زمین پر ہماری اس کتاب کے مثل ایک کتاب بھی نہیں ہے نہ آج تک ایسی کتاب لکھی گئی ہے اور نہ قیامت تک لکھی جائے گی (سرفراز ۲/ دسمبر ۱۹۵۲ء)۔

فاضل ہنسوی اپنی کتاب ”و کتاب خانہ“ میں لکھتے ہیں کہ جابر کے انتقال کے بعد دو برس بعد عزالدولہ ابن معز الدولہ کے عہد میں کوفہ کے شارع باب الشام کے قریب جابر کی تجربہ گاہ کا انکشاف ہوا چکاتھا جس کو کھودنے کے بعد بعض کیمیاوی چیزیں اور آلات بھی دستیاب ہوئے ہیں (فہرست ابن النديم ۴۹۹) ۔

جابر کے بعض قدیمی مخطوطات برٹش میوزیم میں اب تک موجود ہیں جن میں سے کتاب الخواص قابل ذکر ہے اسی طرح قرون وسطی میں بعض کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا منجملہ ”ان تراجم کے کتاب“ سبعین بھی ہے جو ناقص و ناتمام ہے اسی طرح ”البحث عن الکمال“ کا ترجمہ بھی لاطینی میں کیا جا چکا ہے یہ کتاب لاطینی زبان میں کیمیا پر یورپ کی زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے اسی طرح اور دوسری کتابیں بھی مترجم ہوئیں جابر نے کیمیا کے علاوہ طبیعیات، ہیئت، علم رویا، منطق، طب اور دوسرے علوم پر بھی کتابیں لکھیں اس کی ایک کتاب سمیات پر بھی ہے ۔

یوسف الیاس سرکس صاحب معجم المطبوعات بتلاتے ہیں کہ جابر بن حیان کی ایک نفیس کتاب سمیات بر بھی ہے جو کتب خانہ تیموریہ قاہرہ مصر میں بہ ضمن مخطوطات ہے ان میں چند ایسے مقالات کو جو بہت مفید تھے بعد کثرہ حروف نے رسالہ مقتطف جلد ۵۸، ۵۹ میں شائع کیا ہے ملاحظہ ہو (معجم المطبوعات العربیہ المعربہ جلد ۳ حرف جیم ص ۶۶۵) ۔

جابر حیثیت ایک طبیب کے کام کرتا تھا لیکن اس کی طبی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں، حالانکہ اس مقالہ کا لکھنے والا یعنی ڈاکٹر ماکس می یرباف نے جابر کی کتاب کو جو سموم پر ہے حال ہی میں معلوم کر لیا ہے۔

جابر کی ایک کتاب جس کو جمع متن عربی اور ترجمہ فرانسیسی پول کراؤ متشرق نے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا ہے ایسی بھی ہے جس میں اس نے تاریخ انتشار آراء و عقائد و افکار ہندی، یونانی اور ان تغیرات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں نے کئے ہیں اس کتاب کا نام ”اخراج مافی القوة الی الفعل“ ہے (الجواد ج ۹، ۱۰ ص ۱۰ طبع بنارس)۔

صادق آل محمد کے علمی فیوض و برکات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جنہیں راسخین فی العلم میں ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو علم اولین و آخرین سے آگاہ اور دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے میں ان کے تمام علمی فیوض و برکات پر تھوڑے اوراق میں کیا روشنی ڈال سکتا ہوں میں نے آپ کے حالات کی چھان بین کی ہے اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر مجھے فرصت ملے، تو تقریباً چھ ماہ میں آپ کے علوم اور فضائل و کمالات کا کافی ذخیرہ جمع کیا جاسکتا ہے آپ کے متعلق امام مالک بن انس لکھتے ہیں میری آنکھوں نے علم و فضل و روع و تقویٰ میں امام جعفر صادق سے بہتر دیکھا ہی نہیں جیسا کہ اوپر گزرا وہ بہت بڑے لوگوں میں سے تھے اور بہت بڑے زاہد تھے خدا سے بے پناہ ڈرتے تھے، بے انتہا حدیث بیان کرتے تھے، بڑی پاک مجلس والے اور کثیر الفوائد تھے، آپ سے مل کر بے انتہاء فائدہ اٹھایا جاتا تھا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۵۲ طبع بمبئی)۔

علمی فیوض رسانی کا موقع

یوں تو ہمارے تمام آئمہ اہلبیت علمی فیوض و برکات سے بھرپور تھے اور علم اولین و آخرین کے مالک، لیکن دنیا والوں نے ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انہیں قید و بند میں رکھ کر علوم و فنون کے خزانے پر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ناگ بٹھا دیئے تھے اس لیے ان حضرات کے علمی کمالات کا محقق، منظر عام پر نہ آسکے ورنہ آج دنیا کسی علم میں خاندان رسالت مآب کے علاوہ کسی کی محتاج نہ ہوتی فاضل معاصر مولانا سبط الحسن صاحب ہنسوی لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام المتوفی ۱۴۸ھ کا عہد معارف پروری کے لحاظ سے ایک زرین عہد تھا، وہ رکاوٹیں جو آپ سے قبل آئمہ اہل بیت کے لیے پیش آیا کرتی تھیں ان میں کسی حد تک کمی تھی، اموی حکومت کی تباہی اور عباسی سلطنت کا استحکام آپ کے لیے سکون و امن کا سبب بنا اس لیے حضرت کو مذہب اہلبیت کی اشاعت اور علوم و فنون کی ترویج کا ایک بہترین موقع ملا لوگوں کو بھی ان عالمان ربانی کی طرف رجوع کرنے میں اب کوئی خاص زحمت نہ تھی جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں علاوہ حجاز کے دور دراز مقامات مثل عراق، شام، خراسان، کابل سندھ ہند اور بلاد روم، فرنگ کے طلباء و شائقین علم حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے حضرت کے حلقہ درس میں چار ہزار اصحاب تھے علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں :

ترجمہ : لوگوں نے آپ کے علوم کو نقل کیا جنہیں تیز سوار منازل بعیدہ کی طرف لے گئے اور آوازہ آپ کے کمال کا تمام شہروں میں پھیل گیا اور علماء نے اہل بیت میں کسی سے بھی اتنے علوم و فنون کو نہیں نقل کیا ہے جو آپ سے روایت کرتے ہیں اور جن کی تعداد چار ہزار ہے غیر عرب طالبان علم سے ایک رومی النسل بزرگ زرارہ بن اعین متوفی ۱۵۰ھ قابل ذکر ہیں جن کے دادا سنسن بلاد روم کے ایک مقدس راہب (Nonk) تھے زرارہ اپنی خدمات علمیہ کے اعتبار سے اسلامی دنیا میں کافی شہرت رکھتے تھے اور صاحب تصانیف تھے (کتاب الاستطاعت والجبران کی مشہور تصنیف ہے (منہج المقال ص ۱۴۲، مولفوا الشیعة فی صدر اسلام ص ۵۱)۔

حضرت کے اصحاب میں چار سو ایسے س مصنفین تھے جنہوں نے علاوہ دیگر علوم وفنون کے کلام مصوم کو ضبط کر کے چار سو کتب اصول مدون کیں اصل سے مراد مجموعہ احادیث اہلبیت کی وہ کتابیں ہیں جن میں جامع نے خود براہ راست معصوم سے روایت کر کے احادیث کو ضبط تحریر کیا ہے یا ایسے راوی سے سنا ہے جو خود معصوم سے روایت کرتا ہے اس قسم کی کتاب میں جامع کی دوسری کتاب یارویت سے معننا (عن فلاں عن فلاں) کے ساتھ نہیں نقل کرتا جس کی سند میں اور وسائط کی ضرورت ہو اس لیے کتب اصول میں خطا و غلط سہو و نسیان کا احتمال بہ نسبت اور دوسری کتابوں کے بہت کم ہے کتب اصول کے زمانہ تالیف کا انحصار عہد امیر المومنین سے لے کر امام حسن عسکری کے زمانہ تک ہے جس میں اصحاب معصومین نے بالمشاذ معصوم سے روایت کر کے احادیث کو جمع کیا ہے یا کسی ایسے ثقہ راوی سے حدیث معصوم کو اخذ کیا ہے جو براہ راست معصوم سے روایت کرتا ہے شیخ ابوالقاسم جعفر بن سعید المعروف بالمحقق الحلی اپنی کتاب المعبر میں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے جوابات مسائل کو چار سو مصنفین اصحاب امام نے تحریر کر کے چار سو تصانیف مکمل کی ہیں۔

صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداد اور ان کی تصانیف

آگے چل کر فاضل معاصر الجواد میں بحوالہ کتاب و کتب خانہ لکھتے ہیں کتب رجال میں جن اصحاب آئمہ کے حالات و تراجم مذکور ہیں، ان کی مجموعی تعداد چار ہزار پانچ سو اصحاب ہیں جن میں سے صرف چار ہزار اصحاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہیں سب کا تذکرہ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ نے اپنی کتاب رجال میں کیا ہے اور شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی نے بھی ان سب کا احصاء اپنی کتاب رجال میں کیا ہے۔ معصومین علیہم السلام کے تمام اصحاب میں سے مصنفین کی جملہ تعداد ایک ہزار تین سو سے زائد نہیں ہے جنہوں نے سینکڑوں کی تعداد میں کتب اصول اور ہزاروں کی تعداد میں دوسری کتابیں تالیف اور تصنیف کی ہیں جن میں سے بعض مصنفین اصحاب آئمہ تو ایسے تھے جنہوں نے تنہا سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ فضل بن شاذان نے ایک سو اسی کتابیں تالیف کی ہیں، ابن دول نے سو کتابیں لکھیں ہیں اسی طرح برقی نے بھی تقریباً سو کتابیں لکھیں، ابن عمیر نے نوے کتابیں لکھیں اور اکثر اصحاب آئمہ ایسے تھے جنہوں نے تیس یا چالیس سے زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں غرضیکہ ایک ہزار تین سو مصنفین اصحاب آئمہ نے تقریباً پانچ ہزار تصانیف کیں، مجمع البحرین میں لفظ جبر کے ماتحت ہے کہ صرف ایک جابر الجعفی، امام جعفر صادق علیہ السلام کے ستر ہزار احادیث کے حافظ تھے۔

تاریخ اسلام جلد ۵ ص ۳ میں ہے کہ ابان بن تغلب بن رباح (ابوسعید) کوفی صرف امام جعفر صادق علیہ السلام کی تیس ہزار احادیث کے حافظ تھے ان کی تصانیف میں تفسیر غریب القرآن کتاب المفرد، کتاب الفضائل، کتاب الصغیر قابل ذکر ہیں، یہ قاری فقیہ لغوی محدث تھے، انہیں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا ۱۴۱ھ میں انتقال کیا۔

حضرت صادق آل محمد اور علم طب

علامہ ابن بابویہ انفمی کتاب الخصائل جلد ۲ باب ۱۹ ص ۹۷،۹۹ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک مشہور طبیب منصور دوانقی کے دربار میں طلب کیا گیا، بادشاہ نے حضرت سے اس کی ملاقات کرائی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے علم تشریح الاجسام اور افعال الاعضاء کے متعلق اس سے انیس سوالات کئے وہ اگرچہ اپنے فن میں پورا کمال رکھتا تھا لیکن جواب نہ دے سکا بالآخر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس طبیب سے حضرت نے بیس سوالات کئے تھے اور اس انداز سے پرازمعلومات تقریر فرمائی کہ وہ بول اٹھا ”من این لک ہذا العلم“ اے حضرت یہ بے پناہ علم آپ نے کہاں سے حاصل فرمایا؟ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ دادا سے، انہوں نے محمد مصطفیٰ صلعم سے، انہوں نے جبرئیل سے، انہوں نے خداوند عالم سے اسے حاصل کیا ہے، جس نے اجسام و ارواح کو پیدا کیا ہے ”فقال الہندی صدقت۔“ اس نے کہا بے شک آپ نے سچ فرمایا، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور کہا ”انک اعلم اہل زمانہ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۲۵ طبع بمبئی)۔

حضرت صادق آل محمد کا علم القرآن

مختصر یہ کہ آپ کے علمی فیوض و برکات پر مفصل روشنی ڈالنی تو دشوار ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، البتہ صرف یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ علم القرآن کے بارے میں دمعہ سا کہہ ص ۲۸۷ پر آپ کا قول موجود ہے وہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں قرآن مجید کو اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں گویا میرے ہاتھ میں آسمان و زمین کی خبریں ہیں، اور وہ خبریں بھی ہیں جو بوجہ کی ہیں، اور پوری ہیں اور جو ہونے والی ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس پر پرچیز عیاں ہے ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء اور رسل کے علوم کے وارث ہیں (دمعہ سا کہہ ص ۲۸۸)۔

علم النجوم

علم النجوم کے بارے میں اگر آپ کے کمالات دیکھنا ہوں تو کتب طوال کا مطالعہ کرنا چاہئے آپ نے نہایت جلیل علماء علم النجوم سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے انہیں انگشت بدندان کر دیا ہے، بحار الانوار، مناقب شہر آشوب، دمعہ سا کہہ، وغیرہ میں آپ کے مناظرے موجود ہیں علماء کافی صلہ ہے کہ علم نجوم حق ہے لیکن اس کا صحیح علم آئمہ اہلبیت کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ حلقہ گوشان مودت نور ہدایت سے کسب ضیا کر لیں۔

علم منطق الطیر

صادق آل محمد دیگر آئمہ کی طرح منطق الطیر سے بھی باقاعدہ واقف تھے، جو پرندہ یا کوئی جانور آپس میں بات

چیت کرتا تھا اسے آپ سمجھ لیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت اس کی زبان میں تکلم فرمایا کرتے تھے مثال کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب تفسیر لباب التاویل جلد ۵ ص ۱۱۳، معالم التنزیل ص ۱۱۳، عجائب القصص ص ۱۰۵، نور الابصار ص ۳۱۱، طبع ایران میں ہے کہ صادق آل محمد نے قبرنامی پرندہ جس کو (چکور) یا چنڈول کہتے ہیں کہ بولتے ہوئے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے اصحاب نے صراحت کی خواہش کی تو فرمایا یہ کہتا ہے ”اللهم العن مبغضی محمد و آل محمد“ خدایا محمد، آل محمد سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کر، فاختہ کی آواز پر آپ نے کہا کہ اسے گھر میں نہ رہنے دو، یہ کہتی ہے کہ ”فقدتم فقدتم“ خدا تمہیں نیست و نابود کرے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اور علم الاجسام

مناقب بن شہر آشوب اور بحار الانوار جلد ۱۲ میں ہے کہ ایک عیسائی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم طب کے متعلق سوالات کرتے ہوئے جسم انسان کی تفصیل پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے انسان کے جسم میں ۱۲ وصل دوسواڑتالیس ہڈیاں اور تین سوساٹھ رگیں خلق فرمائی ہیں، رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں، ہڈیاں جسم کو، گوشت ہڈیوں کو اور اعصاب گوشت کو روکے رہتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کی انجام بینی اور دوراندیشی

مورخین لکھتے ہیں کہ جب بنی عباس اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ بنی امیہ کو ختم کر دیں، تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ آل رسول کی دعوت کا حوالہ دئیے بغیر کام چلنا مشکل ہے لہذا وہ امداد و انتقام آل محمد کی طرف دعوت دینے لگے اور یہی تحریک کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے عام طور پر آل محمد یعنی بنی فاطمہ کی اعانت سمجھی جاتی تھی، اسی وجہ سے شیعیان بنی فاطمہ کو بھی ان سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور وہ ان کے معاون ہو گئے تھے اور اسی سلسلہ میں ابوسلمہ جعفر بن سلیمان کوفی آل محمد کی طرف سے وزیر تجویز کئے تھے یعنی یہ گماشتہ کے طور پر تبلیغ کرتے تھے انہیں امام وقت کی طرف سے کوئی اجازت حاصل نہ تھی، یہ بنی کے مقابلہ میں بڑی کامیابی سے کام کر رہے تھے جب حالات زیادہ سازگار نظر آئے تو انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابومحمد عبداللہ بن حسن کو الگ الگ ایک ایک خط لکھا کہ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ کی بیعت کی جائے۔ قاصد اپنے اپنے خطوط لے کر منزل تک پہنچے، مدینہ میں جس وقت قاصد پہنچا وہ رات کا وقت تھا، قاصد نے عرض کی مولا میں، ابوسلمہ کا خط لایا ہوں حضور اسے ملاحظہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت نے چراغ طلب کیا اور خط لے کر اسی وقت پڑھے بغیر نذر آتش کر دیا اور قاصد سے فرمایا کہ ابوسلمہ سے کہنا کہ تمہارے خط کا یہی جواب تھا۔

ابھی وہ قاصد مدینہ پہنچا بھی نہ تھا کہ ۳ / ربیع الاول ۱۲۳ ھ کو جمعہ کے دن حکومت کا فیصلہ ہو گیا اور سفاح عباسی خلیفہ بنایا جا چکا تھا (مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۸ ص ۳۰، تاریخ الخلفاء ص ۲۷۲، حیوۃ الحيوان جلد ۱ ص ۷۴، تاریخ آئمہ ص ۲۳۳)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا دربار منصور میں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات

علامہ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی المتوفی ۵۸۸ ء نے دربار منصور کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے جس میں مفصل طور پر یہ واضح کیا ہے کہ ایک طبیب جس کو اپنی قابلیت پر بڑا بھروسہ اور غرور تھا وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کس طرح سپر انداختہ ہو کر آپ کے کمالات کا معترف ہو گیا ہم موصوف کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے فاضل معاصر کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

ایک بار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور دوانقی کے دربار میں تشریف فرما تھے، وہاں ایک طبیب ہندی کی باتیں بیان کر رہا تھا اور حضرت خاموش بیٹھے سن رہے تھے جب وہ کہہ چکا تو حضرت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اگر کچھ پوچھنا چاہیں تو شوق سے پوچھیں، آپ نے فرمایا، میں کیا پوچھوں، مجھے تجھ سے زیادہ معلوم ہے (طبیب اگر یہ بات ہے تو میں بھی کچھ سنوں -

امام : جب کسی مرض کا غلبہ ہو تو اس کا علاج ضد سے کرنا چاہئے یعنی حار گرم کا علاج سرد سے ترکا خشک سے خشک کا تر سے اور بر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھے یاد رکھ معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور پر بیز سودواں کی ایک دوا ہے جس چیز کا انسان عادی ہو جاتا ہے اس کے مزاج کے موافق اور اس کی صحت کا سبب بن جاتی ہے - طبیب: بے شک آپ نے جو بیان فرمایا ہے اصلی طب ہے۔

امام : اچھا میں چند سوال کرتا ہوں، ان کا جواب دے : آنسوؤں اور رطوبتوں کی جگہ سرمیں کیوں ہے؟ سر پر بال کیوں ہے؟ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟ پیشانی پر خط اور شکن کیوں ہے؟ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں؟ ناک کا سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہے؟ منہ پر دو بونٹ کیوں بنائے گئے ہیں؟ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڈھ چوڑی کیوں ہے؟ اور ان دونوں کے درمیان میں لمبے دانت کیوں ہیں؟ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟ مردوں کے ڈاڈھی کیوں ہوتی ہے؟ ناخن اور بالوں میں جان کیوں نہیں؟ دل صنبوری شکل کا کیوں ہوتا ہے؟ پھیپڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتا ہے؟ جگر کی شکل محدب کیوں ہے، گردے کی شکل لوبے کے دانے کی طرح کیوں ہوتی ہے گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے؟ دونوں پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟

طبیب: میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

امام : بفضل خدامیں ان سب باتوں کا جواب جانتا ہوں - طبیب بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام : ۱ - سراگرا آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

۲ - بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی انجرے نکلتے رہیں دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے۔

۳ - پیشانی اس لیے بالوں سے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے۔

۴ - پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پشینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے، جب شکنوں میں پشینہ جمع ہو تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔

۵ - پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے

اور بوقت ضرورت بند ہو کر مردمک چشم کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں، تم نے دیکھا ہوگا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ

کرسایہ کرلیتا ہے۔

۶۔ ناک دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے۔

۷۔ آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ بوقت ضرورت سلائی کے ذریعہ سے دوا (سرمہ وغیرہ) اس میں آسانی سے پہنچ جائے، اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھر نامشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی۔

۸۔ ناک کا سوراخ نیچے کو اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں، اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بوبھی جلدی نہ پہنچ سکتی

۹۔ ہونٹ اس لیے منہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے پھینک اور تھوک دے۔

۱۰۔ داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد اور عورت میں تمیز ہو جائے۔

۱۱۔ اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکھٹا سہل ہو، اور ڈاڈھ کو چوڑا اس لیے بنایا کہ

غذا پیسنے اور چبانا آسان ہو، ان دونوں کے درمیان لمبے دانت اس لیے بنائے کہ ان دونوں کے استحکام کے باعث ہوں، جس طرح مکان کی مضبوطی کے لیے ستون (کھمبے) ہوتے ہیں۔

۱۲۔ ہتھیلوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی سختی، گرمی، سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے، بالوں کی صورت میں یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

۱۳۔ بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں ہے کہ ان چیزوں کا بڑھنا برامعلوم ہوتا ہے اور نقصان رساں ہے، اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی

۱۴۔ دل صنوبری شکل یعنی سرپتلا اور دم چوڑی (نچلا حصہ) اس لیے ہے کہ با آسانی پھیلنے میں داخل ہوسکے اور اس کی ہواسے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کرے۔

۱۵۔ پھیپڑے کے دو ٹکڑے اس لیے ہوئے کہ دل ان کے درمیان ہے اور وہ اس کو ہوا دیں۔

۱۶۔ جگر محدب اس لیے ہوا ہے کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی اور گرمی سے غذا کو ہضم کرے۔

۱۷۔ کردہ لوبے کے دانہ کی شکل کا اس لیے ہوا کہ (منی) یعنی نطفہ انسانی پشت کی جانب سے اس میں آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذت ہے۔

۱۸۔ گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی میں ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر پڑتا، آگے چلنا آسان نہ ہوتا۔

۱۹۔ دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے با آسانی پیراٹھ سکیں اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہوتا۔

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے فرمایا اپنے دادا سے انہوں نے رسول خدا سے حاصل کیا تھا اور انہوں نے خدا سے سیکھا ہے اس نے کہا ”اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ وعبدہ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول اور عبد خاص ہیں، ”وانک اعلم اہل زمانہ“ اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۴۶ طبع بمبئی و سوانح چہارده معصومین حصہ ۲ ص ۲۵)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت جلادینے کا منصوبہ

طیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام علیہ السلام کا عام شہرہ ہو گیا اور لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہو گئے، دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے یہ دیکھ کر منصور کے دل میں آگ لگ گئی، اور وہ اپنی شرارت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر یہ منصوبہ بنانے لگا کہ اب جلد سے جلد انہیں ہلاک کر دینا چاہئے، چنانچہ اس نے ظاہری قدر و منزلت کے ساتھ آپ کو مدینہ روانہ کر کے حاکم مدینہ حسین بن زید کو حکم دیا۔

ان احرق جعفر بن محمد فی دارہ ” امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت گھر کے اندر جلادیا جائے، یہ حکم پاکروالی مدینہ نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے رات کے وقت جبکہ سب محو خواب تھے آپ کے مکان میں آگ لگوا دی، اور گھر جلنے لگا آپ کے اصحاب اگرچہ اسے بجھانے کی پوری سعی کر رہے تھے، لیکن بجھنے کو نہ آتی تھی، بالآخر آپ انہیں شعلوں میں کہتے ہوئے کہ ”انا بنی اعراق الثری انا بنی ابراہیم الخلیل“ اے آگ میں وہ ہوں جس کے آباؤ اجداد زمین آسمان کی بنیادوں کے سبب ہیں اور میں خلیل خدا ابراہیم نبی کافر زندہ ہوں، نکل پڑے۔ اپنی عبا کے دامن سے آگ بجھا دی، (تذکرۃ المصومین ص ۱۸۱ بحوالہ اصول کافی آقائے کلینی علیہ الرحمۃ)۔

۱۲۷ھ میں منصور کا حج اور امام جعفر صادق کے قتل کا عزم بالجزم

علامہ شبلی نجی اور علامہ محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ ۱۲۷ھ میں منصور حج کو گیا، اسے چونکہ امام کے دشمنوں کی طرف سے برابریہ خبر دی جا چکی تھی کہ امام جعفر صادق تیری مخالفت کرتے رہتے ہیں، اور تیری حکومت کا تختہ پلٹنے کی سعی میں ہیں، لہذا اس نے حج سے فراغت کے بعد مدینہ کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اپنے مصاحب خاص، ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو بلوادیو، ربیع نے وعدہ کے باوجود ڈال مٹول کی اس نے پھر دوسرے دن سختی کے ساتھ کہا کہ انہیں بلوادیو، میں کہتا ہوں کہ خدام مجھے قتل کرے اگر میں انہیں قتل نہ کر سکوں، ربیع نے امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مولا آپ کو منصور بلارہا ہے، اور اس کے تیور بہت خراب ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اس ملاقات میں آپ کو قتل کر دے گا، حضرت نے فرمایا ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ یہ اس دفعہ ناممکن ہے غرض کہ ربیع آنحضرت کو لے کر حاضر دربار ہوا، منصور کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑی تو آگ بگولہ ہو کر بولا ”یا عدو اللہ“ اے دشمن خدام کو اہل عراق امام مانتے ہیں اور تمہیں زکوٰۃ اموال وغیرہ دیتے ہیں اور میری طرف ان کا کوئی دھیان نہیں، یاد رکھو، میں آج تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا اور اس کے لیے میں نے قسم کھالی ہے یہ رنگ دیکھ کر امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا ایے امیر جناب سلیمان کو عظیم سلطنت دی گئی تو انہوں نے شکر کیا، جناب ایوب بلا میں مبتلا کیا گیا تو انہوں نے صبر کیا، جناب یوسف پر ظلم کیا گیا تو انہوں نے ظالموں کو معاف کر دیا، اے بادشاہ یہ سب انبیاء تھے اور انہیں کی طرف تیرا نسب بھی پہنچتا ہے تجھے تو ان کی پیروی لازم ہے، یہ سن کر اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا (نور الابصار ص ۱۲۳، مطالب السؤل ص ۲۶۷)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ بتاریخ ۱۵/ شوال ۱۴۸ ھ بمصر ۶۵ سال آپ نے اس دارفانی سے بطرف ملک جاودانی رحلت فرمائی ہے، ارشاد مفید ص ۴۱۳، اعلام الوری ص ۱۵۹، نورالابصار ص ۱۲۳، مطالب السؤل ص ۲۷۷، یوم وفات دوشنبہ تھا اور مقام دفن جنت البقیع ہے۔

علامہ ابن حجر علامہ علامہ ابن جوزی علامہ شبلنجی علامہ ابن طلحہ شافعی تحریر رقم طراز ہیں کہ مات مسموما ایام المنصور، منصور کے زمانہ میں آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۱، تذکرۃ خواص الامتہ، نورالابصار ص ۱۳۳، ارجح المطالب ص ۲۵۰)۔

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا تھا، اور نماز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پڑھائی تھی علامہ کلینی اور علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ آپ کو نہایت کفن دیا گیا اور آپ کے مقام وقات پر برشب چراغ جلایا جاتا رہا۔ کتاب کافی و جلاء العیون مجلسی ص ۲۶۹۔

آپ کی اولاد

آپ کے مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں لڑکوں کے نام یہ ہیں :

۱۔ جناب اسماعیل ۲۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۳۔ عبداللہ ۴۔ اسحاق ۵۔ محمد ۶۔ عباس ۷۔ علی۔ اور لڑکیوں کے اسماء یہ ہیں : ۱۔ ام فروہ ۲۔ اسماء ۳۔ فاطمہ (ارشاد وجنات الخلود) علامہ شبلنجی نے سات اولاد تحریر کیا ہے جن میں صرف ایک لڑکی کا حوالہ دیا ہے جس کا نام ”ام فروہ“ تھا (نورالابصار ص ۱۳۳)۔

آپ ہی کی اولاد سے خلفاء فاطمیہ گزرے ہیں جن کی سلطنت ۲۹۷ سے ۵۶۷ء تک دو سو ستتر سال قائم رہی، ان کی تعداد چودہ تھی۔